AL-QALAM القلم
ISSN 2071-8683 e-ISSN 2707-0077
Volume 25, Issue, 2, 2020
Published by Institute of Islamic Studies, University of the Punjab, Lahore, Pakistan.

عقد نکاح کی شرائط: شیعہ مجتہدین کا نقطہ نظر

Conditions of marital accord: The perspective of shia jurists

*Zahra Batool
**Dr. Mustafeez Ahmad Alvi

* PhD Scholar, GIFT University, Gujranwala
**Head Department of Islamic Studies, WISH Riphah International University, Islamabad

Abstract

Islamic teachings streamline all aspect of human life with a benign consideration. Same applies to the conjugal life. Islamic ideology of life has developed a comprehensive system for human beings to achieve their aspirations & sexual gratification. For this purpose institution of marriage is suggested with a comprehensive code.This code defines the eligibility and suitability of a person to marry other, for a valid *Nikah;* the marriage contract. On the other side, this code explains the conditions without which a *Nikah* cannot get legality. In this regard, the views and approaches of Shi'a jurists are noteworthy and significant as an interpretation of Islamic injunctions. Therefore, the following research paper explores the same. It must remain clarified that according to Shi'ah Imamia sect, Nikah Mut'a is also legal, on the other side, Sunni Fiqh declares it illegal.

Key-words: Conjugal life, Eligibility for Nikah, Shi'ah Approach.

ابتدائیہ:

عربی زبان میں نکاح کے لغوی معنیٰ ملنا، جمع کرنا، مجامعت اور مقاربت کرنے کے ہیں۔[1]

اصطلاحی مفہوم میں نکاح بمعنی عقد کے آتا ہے اور بطور استعارہ جماع کے معنیٰ میں استعمال ہوتا ہے۔[2] لسان العرب میں ہے کہ لفظِ نکاح دو معنوں میں مشترک ہے اس کا معنیٰ "ملاپ" لیا جائے تو یہ ایجاب و قبول کا ملاپ ہے اور اس کا معنی جماع لیا جائے تو اس سے مراد مرد و عورت کا ملاپ ہے۔[3] فقہا کی آراء میں نکاح ایک شرعی معاہدہ ہے البتہ جو حقوق، زوجین کے مابین پیدا ہوتے ہیں وہ دیوانی نوعیت

کے حامل ہوتے ہیں ۔[4] نکاح کے ذریعے جو معاشرتی نظام خاندان معرض وجود میں آتا ہے، انسانیت کو اس کے سماجی ثمرات ملتے ہیں اورانسان کا یہ عمل اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا سبب بھی بنتا ہے۔ نکاح کی شرعی حیثیت کا تعین اس کی ضرورت و اہمیت کی بنیاد پر ہوتا ہے جو کہ قرآنِ مجید سے واضح ہے۔ علمائے کرام نے ذیل کی آیات سے نکاح کی شرعی حیثیت پر استنباط کیاہے:

وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً[5]...

اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے لیے پیدا کیے تمہارے نفوس میں سے تمہارے جوڑے کو تاکہ تم اس سے سکون حاصل کرو اور تمہارے درمیان مؤدت اور رحمت پیدا کردی۔

آیت اللہ ناصر مکارم شیرازی لکھتے ہیں کہ یہاں یہ بات قابل توجہ ہے کہ زوجین دونوں ایک دوسرے کے لیے راحت کا سبب ہوتے ہیں یہ دونوں ایک دوسرے کی ذات کی تکمیل کرتے ہیں ایک دوسرے کے لیے سکون کا ذریعہ ہوتے ہیں حتیٰ ہر دو میں سے ایک کا وجود دوسرے کے بغیر ناقص ہے اور جو لوگ سنتِ نبویؐ کو ترک کرکے مجرد زندگی اختیار کرتے ہیں ان کی شخصیت نامکمل رہتی ہے کیونکہ تنہا انسان کی زندگی جابجا الجھنوں کا شکار رہتی ہے۔[6]

قرآنِ حکیم میں دوسری جگہ آیاہے:

وَأَنْكِحُوا الْأَيَامَىٰ مِنْكُمْ وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ إِنْ يَكُونُوا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ہ[7]

تم عورتوں اور مردوں میں سے جو مجرد ہوں اور تمہارے غلاموں میں سے جو صالح ہوں ان کے نکاح کردو اگر وہ محتاج و غریب ہوں گے تو اللہ انھیں اپنے فضل سے بے نیاز کردے گا اللہ بڑی وسعت والا اور داناہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد حضرت علیؓ کے ذریعے روایت ہے:

عن علی فی الحد یث الاربعماۃ قال: تزوجوافان التزویج سنة رسول الله فانه کان یقول: من کان یحب ان یتبع سنتی فان التزویج واطلبوا الو لد، فانی مکاثربکم الامم غدا ---[8]

حضرت علی فرماتے ہیں :شادی کرو کیونکہ یہ رسول اللہ کی سنت ہے اور آپ فرمایا کرتے تھے: جو شخص میری سنت کی پیروی کرنا چاہتا ہے تو (اسے معلوم ہونا چاہیے کہ) میری سنت میں سے شادی بھی ہے اور (خدا سے) اولاد طلب کرو، بے شک میں تمہاری کثرت کی وجہ سے کل دوسری امتوں پر فخر کروں گا۔

اس حدیث مبارکہ نے واضح کر دیا کہ نکاح کرنے کا اصل مقصد ایک خاندان کی تشکیل ہے اس لیے شادی کے بعد اللہ تعالیٰ سے اولاد طلب کرنا اور افزائشِ نسل کی کوشش کرنے والے اللہ اور اس کے پیغمبرؐ کے نزدیک محبوب تر ہیں۔ اللہ پاک نے قرآن مجید میں مرد وعورت کو ایک دوسرے کا لباس قرار دیتے ہوئے فرمایا:

۔۔۔هُنَّ لِبَاسٌ لَكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَهُنَّ ۔۔۔[9]

عورتیں تمہارے لیے لباس ہیں اور تم (مرد) عورتوں کے لیے لباس ہو۔

لباس ایک طرف انسان کو موسم کی شدت سے محفوظ رکھتا ہے اور خطرناک چیزوں سے بچاتا ہے اور دوسری طرف انسان کے نقائص کو دوسروں پر ظاہر نہیں ہونے دیتا مزید یہ زیب وزینت کی علامت سمجھا جاتا ہے۔[10]

آیات مبارکہ اور احادیث کی روشنی میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ انسان کو جنسی تسکین حاصل کرنے کا ایک جائز اور شرعی طریقہ "نکاح" کی صورت میں عطا کیا گیا اور مرد وعورت دونوں کو ایک دوسرے کے لیے آرام وسکون مہیا کرنے کا ذریعہ بنایا گیا۔ دونوں ایک دوسرے کی آبرو اور راز کے محافظ بنائے گئے ان کے درمیان مہر ومحبت اور رحمت ومودت رکھ دی گئی تاکہ دونوں ایک دوسرے کی خوشی اور غم میں شریک کار ہوں۔ یہ ایک مقدس عہد ہے لہٰذا، شریعت نے اس عہد کو اختیار کرنے کی شرائط طے کی ہیں۔

نکاح کی اہلیت:

اہلیت سے مراد لغت میں صلاحیت، قابلیت اور استعداد ہے اور فقہی اصطلاح میں اس سے مراد بالغ، عاقل، اور تکلیفِ شرعی کی شرائط کا حامل ہونا اور عادل ہونا ہے۔[11] نکاح کی پہلی شرط ذاتی اہلیت ہے۔ ذاتی اہلیت سے مراد ہے کہ انسان کے اندر ایسی صلاحیت جس کے باعث وہ اپنے نکاح کے لیے خود اقدام کر سکتا ہے۔ لہٰذا، ہر عاقل، بالغ، خود مختار مسلمان مرد وعورت اپنا نکاح کرنے کا استحقاق رکھتا ہے۔[12] ذاتی اہلیت کے لیے زوجین میں

بلوغ، عقل، قدرت و اختیار اور قصد و ارادہ کا ہونا لازم ہے تاہم جس شخص میں یہ شرائط نہ ہوں وہ نکاح کی اہلیت نہیں رکھتا۔[13]

دوسری شرط بلوغ ہے۔ بلوغ سے مراد مقصد اور آخر تک پہنچنے کے ہیں پھر وہ چاہے کوئی مقصد، مقام، زمانہ یا اندازہ کیے ہوئے امور میں سے کوئی امر ہو فرق نہیں پڑتا، تاہم کبھی فقط قریب پہنچنے پر بولا جاتا ہے۔[14] لغت میں بلوغ سے مراد ادراک کے ہیں اور اصطلاح میں اس سے مراد انسان کا نکاح کی عمر پہنچنا ہے۔[15] لڑکے کے لیے پندرہ سال قمری اور لڑکی کے لیے نو سال قمری کا مکمل ہو جانا۔[16]

تیسری شرط عقل ہے۔ عقل ایسی قوت و صلاحیت کو کہتے ہیں جس کے ذریعے انسان علم حاصل کرتا ہے۔[17] اصطلاحی طور پر اشیاء کو حقیقی طور پر سمجھنے کی صلاحیت رکھنا تاہم نکاح میں عقل کی شرط سے مراد مرد و عورت کا دیوانہ نہ ہونا ہے۔ نیز سفیہ (کم عقل) جو اپنا نفع و نقصان نہ سمجھ سکتا ہو وہ بھی اسی حکم میں آتا ہے۔[18]

قدرت و اختیار:

تمام شرعی معاملات کو بجالانے میں قدرت و اختیار کا ہونا لازمی امر ہے تاہم مجبور و بے بس انسان قدرت و اختیار نہ ہونے کی وجہ سے نکاح کرنے کا حق نہیں رکھتا اور ایسا نکاح باطل ہے۔ البتہ جبر و اکراہ ختم ہو جانے کے بعد اگر وہ اپنی رضامندی ظاہر کر دے تو نکاح صحیح ہے۔ کیونکہ حالتِ مجبوری میں بھی انسان کا قصد و ارادہ موجود رہتا ہے۔[19] اس کی وضاحت کرتے ہوئے امام جعفر صادق فرماتے ہیں:

> **عن عمرو بن مروان عن ابی عبد الله قال : قال رسول الله: رفع عن امتی اربع خصال: خطاوها ونسیا نها وما اکرهوا علیه ومالم یطیقوا وذلک قول الله عزوجل: (ربنا لا توا اخذنا ان نسینا او اخطانا ربنا ولا تحمل علینا اصراکما حملته علی الذین من قبلنا ربنا ولا تحملنا مالا طاقة لنا به۔[20]**

عمر بن مروان نے امام جعفر صادق سے روایت کی ہے کہ نبیِ اکرم ﷺ نے فرمایا: میری امت سے چار خصلتوں کو معاف کر دیا گیا ہے، اس کی خطا کو، بھول چوک کو، جس کام پر انہیں مجبور کیا گیا ہو اور جس کام کو انجام دینے کی ان میں طاقت نہ ہو یہ اللہ پاک کا فرمان ہے (اگر ہم بھول جائیں یا کوئی خطا

کر بیٹھیں تو ہمارا مؤاخذہ نہ کرنا، اے ہمارے رب ہم پر وہ بوجھ نہ لادنا جیسا تو نے ہم سے پہلے والوں پر ڈالا تھا، جس بوجھ کو اٹھانے کی ہم میں طاقت نہیں ہے وہ ہم پر نہ ڈال۔

حدیث نبویؐ کی رو سے انسان سے کوئی غلطی ہو جائے یا ایسا کام جو غیر شرعی ہو اور اس پر اس کو مجبور کیا جائے یا پھر کسی کام کو انجام دینے کا اختیار اس کے پاس نہ ہو اور وہ انجام نہ دے سکے تو وہ بری الذمہ ہو گا یعنی شرعی لحاظ سے اس پر کوئی قدغن نہیں کیونکہ اسلام مسلمانوں کو تنگی و سختی میں نہیں ڈالنا چاہتا بلکہ ان کے لیے آسان راہ حل فراہم کرتا ہے اسی لیے اسلام میں اجتہاد کا دروازہ کھلا ہے تا کہ حالات و زمانے کے تحت ان کو پیش آمدہ مسائل کو حل کرنے میں مدد مل سکے۔

قصد و ارادہ:

عام عقود کی طرح نکاح میں بھی قصد و ارادہ کا ہونا لازم ہے۔ تاہم سونے والا، بھول کر انجام دینے والا اور غلطی سے معاملہ کرنے والے کا عقد باطل ہے۔[21] حضرت امیر المومنین علیؑ سے روایت ہے کہ:

رفع القلم عن ثلا ثه؛ عن الصبی حتی یبلغ وعن النا ئم حتی یستیقظ وعن المجنون حتی یفیق۔[22]

فرمایا: تین افراد سے قلم تکلیف اٹھا لیا گیا ہے: بچے سے جب تک وہ بالغ نہ ہو جائے، سونے والے سے جب تک وہ بیدار نہ ہو جائے اور دیوانے سے جب تک اسے افاقہ نہ ہو جائے۔

عقد نکاح کے لیے نیت و ارادہ ہونا لازم ہے یہ ایسا عمل نہیں جو کسی سے زبردستی کروالیا جائے جب تک عقد کرنے والے کی اپنی مرضی شامل نہ ہو اور اگر کسی کو مجبور کر کے عقد نکاح کروادیا جائے تو ایسا نکاح شرعی طور پر ناجائز ہو گا۔ اخلاقی اور معاشرتی لحاظ سے دیکھا جائے تو ایسی شادیاں اکثر لڑائی جھگڑے اور انتشار اور فساد کا باعث بنتی ہیں کیونکہ جس کو نکاح پر مجبور کیا جائے وہ فریق مخالف کو دلی طور پر اپنا ہم سفر تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتا نتیجتاً ایسا فرد ذہنی دباؤ اور احساسِ محرومی کا شکار ہو جاتا ہے۔

ما قبل نکاح معاملات:

عقد نکاح سے قبل کے معاملات میں قابل توجہ تین امور ہیں، یعنی: کفو، خواستگاری اور نسبت۔ "کُفو" سے مراد دوسرے کا مذہب، نسب آزادی، پیشہ، دیانت میں ہم پلہ، ہم رتبہ ہم نسبت اور ہمسر ہو۔ [23] نکاح میں مردوں کا عورتوں کے لیے کفوء ہونا معتبر ہے۔ [24] اس سلسلے میں عورت کے لیے لازم نہیں کہ وہ مرد کی ہم پلہ ہو بلکہ اگر وہ کفاءت کی شرائط پر پوری نہ بھی اترتی ہو تو بھی زوجہ ہونے کی وجہ سے اس کی ہم سرہی سمجھی جائے گی۔

کفاءت کے لازم و معتبر ہونے پر تمام فقہا متفق ہیں۔ [25] کفاءت کو درج ذیل دو اقسام میں تبدیل کیا جاتا ہے: قسم اول شرعی کفاءت شرعی کفاءت سے مراد یہ ہے کہ زوجین مسلمان ہوں۔ اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ نکاح میں کفاءت شرط ہے بلکہ یہ مسئلہ اجماعی ہے۔ قسم دوم عرفی کفاءت: کفاءت عرفی سے مراد دونوں کا حسب و نسب مال و دولت عزت و توقیر میں ہمسر ہونا ہے۔ [26] نبی اکرمؐ کا ارشاد گرامی ہے:

انکحوالا کفاء وانکحوا فیهم و اختارو النطفکم [27]

اپنے ہم کفو افراد کو رشتہ دو اور انہیں میں سے رشتہ لو بھی سہی اور (انہیں) اپنی آئندہ نسل کے لیے انتخاب کرو۔ حقیقت یہ ہے کہ کفاءت صرف دین (اسلام) میں معتبر ہے۔ [28]

ہمسفر کے انتخاب کے لیے زوجین کا جسمانی و روحانی بیماریوں سے پاک ہونا لازم ہے کیونکہ ازدواجی زندگی میں کامیابی کے لیے جسم و روح کی بالیدگی کا بنیادی کردار ہے۔ بعض جسمانی اور نفسیاتی بیماریاں زوجیت کے فرائض کی انجام دہی میں مانع نہیں ہوتیں اور نہ زندگی پر ان کے منفی اثرات مراتب ہوتے ہیں، انھیں برداشت کیا جا سکتا ہے البتہ شریک حیات کے انتخاب کے سلسلے میں جسم و روح کے ایسے نقائص جو لاعلاج بیماریوں کی شکل اختیار کر جاتے ہیں ان کو کسی صورت قطع نظر نہیں کیا جا سکتا۔ اسی لیے اسلام نے جذام، جنون اور برص جیسے مریضوں سے شادی کرنے سے منع فرمایا ہے علاوہ ازیں اگر مرد اور عورت حق زوجیت ادا کرنے کے قابل نہ ہوں تو نکاح باطل ہو گا اور فریقین میں سے سالم کو نکاح فسخ کرنے کا حق حاصل ہے۔

دوسرا اہم مرحلہ خواستگاری ہے، یعنی شادی کی درخواست دینا جبکہ اصطلاحی طور پر مرد و عورت کا ایک دوسرے کو بالواسطہ یا بلاواسطہ شادی کی خواہش ظاہر کرنا کہلاتا ہے۔ عمومی طور پر یہ تقاضا مرد کی طرف سے ہوتا ہے مگر عورت کی طرف سے ہونے میں بھی کوئی اشکال نہیں۔ ام المومنین حضرت خدیجہؓ کی طرف سے نبی اکرمؐ

کے لیے خواستگاری کی گئی۔[29] خواستگاری کے لیے مرد اور عورت کا بالغ، عاقل، مختار ہونا لازم ہے ہر مسلمان مرد و عورت بغیر کسی وکیل یا وساطت کے عقد کر سکتا ہے۔[30]

خواستگاری کرنے والا اگر کوئی ولی یا وکیل ہو تو اس میں درج ذیل شرائط کا پایا جانا لازم ہے ؛ بلوغ، عقل، حریت اور اگر نکاح کرنے والا مسلمان ہو تو وہ بھی مسلمان ہو۔[31] مطلقہ رجعیہ سے خواستگاری کا اظہار کرنا مطلقاً ناجائز ہے۔[32] چونکہ مطلقہ رجعیہ دورانِ عدت زوجہ کے حکم میں آتی ہے۔ اس لیے جس طرح شوہر دار عورت سے خواستگاری حرام ہے اسی طرح مطلقہ رجعیہ سے بھی حرام ہے، اس سلسلے میں ارشادِ باری ہے:

وَبُعُولَتُهُنَّ أَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِي ذَٰلِكَ إِنْ أَرَادُوا إِصْلَاحًا[33]

اور ان کے شوہر اس (مدت) میں انہیں لوٹانے کے زیادہ حق دار ہیں، اگر اصلاح چاہتے ہیں۔

جس عورت کی نسبت کسی دوسرے مرد سے ہو چکی ہو اس سے خواستگاری کرنا جائز نہیں لیکن اگر کوئی شخص رشتہ مانگ کر کرلے تو نکاح صحیح ہے: **قال رسول الله لایخطب الرجال علی خطبة اخیه** [34]

نبی اکرمؐ نے فرمایا: کسی شخص کے لیے مناسب نہیں کہ اس کے (مومن) بھائی نے جس عورت کا رشتہ مانگا ہو، وہ بھی اس عورت کا خواستگار بن بیٹھے۔

شیخ طوسیؒ[35] کے مطابق: ایک دوسرے کو ذاتی زندگی سے بہتر آگاہی کے لیے اسلامی تعلیمات میں خواستگاری سے پہلے مطلوبہ خاتون کے چہرے اور ہاتھوں کے بغیر قصد لذت دیکھنے کی اجازت ہے۔[36]

عن محمد بن ابی عمیر عن هشام بن سالم و حماد بن عثمان و حفص بن البختری کلهم عن ابی عبد الله قال: لا باس بان ینظر الای، وجهها ومعا صمها اذا ارادان یتزوجها[37]

محمد بن ابی عمیر نے ھشام بن سالم، حماد بن عثمان اور حفص بن بختری تینوں سے روایت کی ہے۔ امام جعفر صادق نے فرمایا: جب کوئی شخص کسی عورت کے ساتھ شادی کرنا چاہتا ہے تو وہ اس کے چہرے اور ہاتھوں کو کلائیوں تک دیکھ سکتا ہے۔

خواستگاری کا عمل شریعی لحاظ سے ایک نیک عمل ہے جو نکاح کے ارادے کو ظاہر کرتا ہے یہ عورت اور مرد دونوں کی طرف سے ہو سکتا ہے مگر عمومی طور پر یہ مرد کی طرف سے کیا جاتا ہے۔ خواستگاری کے وقت لڑکے کی

طرف سے یا دونوں اطراف سے جو قوائف بتائے جاتے ہیں ان میں مبالغہ آرائی سے کام لیا جاتا ہے جو کہ شادی یا بسا اوقات رشتہ طے ہو جانے کے بعد غلط قوائف طرفین میں نزاع کا باعث بنتے ہیں۔

نکاح کی درخواست کے بعد نسبت طے ہونے کا مرحلہ ہے۔ یہ ایک ایسا معاہدہ ہے جس کے تحت مرد و عورت اس بات پر متفق ہوں کہ ایک دوسرے سے شادی کریں گے البتہ شرعی طور پر وہ اس عہد کے پابند نہیں۔ لڑکا، لڑکی کا ایک دوسرے کے ساتھ منسوب ہونا اس صورت میں طے پاتا ہے جب وہ ایک دوسرے کے لیے پسندیدگی کا اظہار کریں دونوں کی رضا مندی کے بعد یہ رسم طے پاتی ہے۔ اس بارے میں حضرت علیؑ کے مطابق: جمعہ کا دن منگنی کا دن ہے۔[38]

نسبت طے پانا عورت کے مقام و مرتبے کو برقرار رکھتا ہے۔ البتہ کئی گھروں میں یہ رسم عام ہے کہ لڑکا اور لڑکی نسبت (منگنی) طے ہو جانے کے بعد عقد سے پہلے ایک دوسرے کے گھروں میں آتے جاتے ہیں، آپس میں گفتگو کرتے ہیں اور ایک ساتھ گھر سے باہر بھی چلے جاتے ہیں۔ اس حوالے سے مراجع عظام کے فتاویٰ زیر نظر ہیں:

آیت اللہ خامنہ ای کے نزدیک نامحرم کے ساتھ بات چیت جائز ہونے کا معیار مفسدہ اور عدم مفسدہ ہے۔ آیت اللہ صافی گلپایگانی (متوفی: فروری 1919ء) کہتے ہیں کہ اجنبی کے ساتھ اس قسم کے تعلقات جائز نہیں۔ آیت اللہ بہجت (1915ء متوفی 2008ء) کے خیال میں مرد جس عورت کے ساتھ شادی کرنا چاہتا ہے اس کے چہرے کو دیکھنا جائز ہے اس شرط کے ساتھ کہ وہ جانتا ہو کہ اس کے ساتھ شادی کرنے میں کوئی شرعی مانع نہیں ہے، یہ احتمال ہو کہ عورت رشتے کو قبول کرے گی اور یہ احتمال ہو کہ اس نگاہ سے نئی معلومات فراہم ہوں گی۔ آیت اللہ فاضل لنکرانی (1931ء جون 2007ء) کے نزدیک جائز ہے۔ آیت اللہ تبریزی کہتے ہیں کہ جب تک صیغہ عقد جاری نہ ہو جائے لڑکا، لڑکی نامحرم ہیں ان کا حکم باقی نامحرم افراد کا حکم ہے۔ آیت اللہ مکارم شیرازی کہتے ہیں کہ ایک دوسرے کی ضروری شناخت کی مقدار میں کوئی اشکال نہیں اس شرط کے ساتھ کہ گفتگو عام طور پر کی جائے عام طور پر کی جانے والی اور ضرورت کے مطابق ہو۔[39]

چونکہ نسبت طے پاجانے کے بعد دونوں میں محرمیت پیدا نہیں ہوتی دونوں ایک دوسرے کے لیے غیر محرم ہوتے ہیں اس بناء پر اگر وہ ملاقات کرتے ہیں یا گفتگو کرتے ہیں تو شرعی حدود کے اندر رہتے ہوئے اگر مفسدہ کا احتمال نہ ہو تو ایک دوسرے کے مزاج کو جاننے کی خاطر ایسا کر سکتے ہیں البتہ اگر اس کی ضرورت محسوس نہ ہو یا دونوں ایک دوسرے کی عادات واطوار سے واقف ہوں تو احتیاط کی بناء ایسی گفتگو یا ملاقات سے پرہیز کریں۔

ولی کی اہلیت:

ولایت سے مراد لغت میں امارت، سلطنت اور حکومت ہے۔[40] ولایت رکھنے والے کو ولی اور جس پر ولایت کی جائے اس کو مولیٰ علیہ کہا جاتا ہے۔ ازدواج میں ولایت اس شرعی اختیار کو کہتے ہیں جو کہ ولی کو مولی علیہ پر نقص یا مصلحت کے تحت حاصل ہوتا ہے۔[41] تمام فقہاء اس بات پر متفق ہیں کہ ولی صغیر، صغیرہ اور مجنون، مجنونہ کے نکاح میں ولایت کا حق رکھتا ہے مزید یہ کہ سفیہ سے متعلق بھی یہی حکم ہے۔[42] ہر مسلمان جو کہ عاقل اور بالغ ہو اور شرعی لحاظ سے ولایت کا اہل ہو وہ مولیٰ علیہم (صغیرہ، کبیرہ، مجنون اور سفیہ) کے نکاح میں حق ولایت رکھتا ہے۔[43]

وکیل کی اہلیت:

ہر وہ شخص جو عاقل، بالغ، باشعور اور قدرت واختیار رکھتا ہے (دوسرے کے) نکاح میں وکیل بن سکتا ہے۔[44] جو شخص وکالت کے امر کو انجام دے اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ بالغ ہو، عاقل ہو، قصد وارادہ رکھتا ہو، قدرت واختیار کا مالک ہو، وکالت کے امر کو انجام دیتے وقت حالتِ احرام میں نہ ہو،[45] فقہ امامیہ سے تعلق رکھتا ہو یا فقہ امامیہ کے مطابق صیغہ نکاح جاری کرے، صیغہ نکاح قوائد کے ساتھ عربی میں پڑھے، صیغہ پڑھتے وقت قصد وارادہ رکھتا ہو، صیغہ پڑھتے وقت لڑکے اور لڑکی کا تعین کرے، فریقین نکاح پر رضامند ہوں، وکیل کے لیے لازم ہے کہ اپنی ذمہ داری سے تجاوز نہ کرے بصورت دیگر یہ نکاح موکل کی رضامندی پر موقوف ہوگا، جس نکاح کے لیے وکالت کر رہا ہے وہ جائز ہو اور موکل شرعاً اس نکاح کو منعقد کرنے پر قدرت رکھتا ہو ورنہ یہ وکالت باطل متصور ہوگی۔[46]

نکاح میں عورت و مرد دونوں یا ان میں سے کوئی ایک نکاح کے لیے کسی دوسرے شخص کو وکیل مقرر کر سکتا ہے۔ وکیل کی جانب سے کیا گیا نکاح لازم ہوگا اور موکل فسخ کرنے کا حق نہیں رکھتا، لیکن اگر یہ مہر مثل کو مقرر

کیے بناء طے پایا ہو یا یہ کہ موکل نے مصلحت کو پیش نظر نہ رکھا ہو تو فسخ کر سکتا ہے۔[47] صیغۂ نکاح پڑھنے میں ضروری نہیں کہ مرد ہی ہو بلکہ عورت بھی وکیل بن سکتی ہے۔[48]

عقد نکاح:

نکاح یعنی عقد کی تعریف یوں کی جاسکتی ہے کہ کسی چیز کے بارے میں عہد وپیمان لینا، گرہ لگانا، پکا کرنا یا معاہدہ کرنا وغیرہ۔ اصطلاحی طور پر عورت کی طرف سے ایجاب اور مرد کی طرف سے قبول کرنا عقد کہلاتا ہے۔[49] انعقادِ نکاح سے مراد ہے نکاح منعقد ہونا، ہر بالغ عاقل باشعور مسلمان مرد و عورت بغیر کسی وساطت کے اپنا نکاح کرنے کا حق رکھتے ہیں۔ ماسوائے عورت کے مہر مثل سے کم پر یا کفونہ ہونے کی صورت میں ولی کو بذریعہ عدالت نکاح فسخ کروانے کا حق حاصل ہے۔ ایسی عورت جو بالغہ ثیبہ (مطلقہ یا بیوہ) ہو بغیر ولی کی اجازت کے اپنا نکاح خود کرنے کی اہلیت رکھتی ہے مگر ایسی لڑکی جو بالغہ رشیدہ ہونے کے ساتھ باکرہ بھی ہو اپنے اچھے بُرے کی تمیز رکھتی ہو اس کے لیے ضروری ہے کہ اپنے باپ یا دادا سے اجازت لے۔[50]

صیغۂ عقد:

فقہاء کے نزدیک عقد کے لیے ایجاب و قبول لازم ہے اس میں فقط رضامندی سے عقد انعقاد میں نہیں آسکتا۔[51] نکاح میں ایجاب عورت کی طرف سے اور قبول مرد کی طرف سے ہوتا ہے۔ دائمی نکاح میں ایجاب کے لیے "زوجت" اور "انکحت" کے الفاظ اور قبول کے لیے "قبلت" اور "رضیت" کے الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں۔[52] صیغہ عقد میں درج ذیل امور کا پایا جانا لازم ہے: صیغہ عقد ماضی میں ہو، صیغوں کا قصد ہونا ضروری ہے، عقد غیر مشروط ہو۔[53] صیغہ عقد کو اپنے ارداہ واختیار کے ساتھ پڑھا جائے اور حتی المکان یہ کوشش کی جائے کہ صیغے صحیح تلفظ کے ساتھ عربی زبان میں پڑھے جائیں۔ عقد نکاح پڑھنے والا نکاح کے حقیقی معنوں کا ارادہ کرے تاہم مذاق میں نکاح کا انعقاد ممکن نہیں۔[54]

حق مہر:

سورۃ احزاب میں خداوندِ کریم کا ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَحْلَلْنَا لَكَ أَزْوَاجَكَ اللَّاتِي آتَيْتَ أُجُورَهُنَّ ۔۔۔[55]

اے نبی ہم نے آپؐ کے لیے حلال کی ہیں آپؐ کی وہ بیبیاں جن کو آپؐ مہر دے دو۔

اس آیت کی توضیح کے سلسلے میں امام جعفر صادق کا فرمان ہے:

عن ابی الصباح الکنا نی قال : لا تحل الهبة الا الرسول الله واما غيرة فلا يصلح نکا ح الا بمهر۔[56]

ابوصباح کنائی امام جعفر صادق سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: حضرت رسول اللہ کے علاوہ کسی کے لیے ہبہ جائز نہیں ہے، جبکہ آپؐ کے علاوہ دوسروں کا نکاح مہر کے بغیر جائز نہیں ہے۔

ایجاب وقبول:

ایجاب و قبول کے لیے واضح الفاظ کے ساتھ ہو جو کہ فریقین کی رضامندی کو ظاہر کریں۔ اس کے لیے مرد و عورت کا فقط دل سے راضی ہونا نا کافی ہے۔ اس طرح وہ شخص جو بول سکتا ہو وہ اشارے سے بھی اکتفاء نہیں کر سکتا احتیاط لازم یہ ہے کہ صیغہِ ایجاب و قبول عربی زبان میں ادا ہو لیکن اگر عربی میں ادا کرنا ممکن نہ ہو تو کسی اور زبان میں پڑھنا جائز ہے۔ احتیاط کے طور پر لازم ہے کہ ایجاب عورت کی طرف سے اور قبول مرد کی طرف ہو۔ احتیاط یہ ہے کہ نکاح دائمی کے "ایجاب" میں" **انکحت** "اور "زوجت" کہا جائے۔ احتیاط کے طور پر قبول میں قبلتُ یا رضیتُ کہے۔ مگر ایجاب میں استعمال ہونے والے تمام الفاظ کو از سر نو دہرانا ضروری نہیں بلکہ فقط قبلت کہہ دینا ہی کافی ہے، اگر عورت کا وکیل مرد سے کہے" **انکحتک موکلتی فلانه علی المهر الفلاں** " اور عورت "**قبلتُ النکا ح لنفسی علی مهر الفلا ں** " کہنے کی بجائے فقط "قبلتُ" کہہ دینے سے بھی نکاح ٹھیک ہو گا۔[57]

نکاح پڑھنے کے طریقے:

پہلا طریقہ: عقد نکاح کے صیغے پڑھنے سے پہلے ضروری ہے کہ پہلے خطبہ نکاح پڑھا جائے، عقد نکاح میں ایجاب عورت کی طرف سے اور قبول مرد کی طرف سے ہو تاہم اگر مرد و عورت اپنا نکاح خود پڑھنا چاہیں تو باہمی گفتگو، رضامندی اور حق مہر کے تعین کے بعد عورت اور مرد دونوں اپنے صیغے خود پڑھ سکتے ہیں۔ دوسرا طریقہ: جب عورت اور مرد کی طرف سے ایک ہی شخص کو وکیل مقرر کیا جائے تو مرد و عورت کے نکاح خواں کو چاہیے کہ پہلے ایجاب اور پھر قبول کے صیغے جاری کرے۔[58]

مستحبات نکاح:

نکاح میں مدرج ذیل امور مستحب ہیں: نکاح کو علی الاعلان پڑھنا، نکاح پر گواہ بنانا۔ البتہ گواہوں کے بارے میں امام جعفر صادق کا فرمان ہے:

عن زرارة بن اعين قال: سئل ابوعبد الله عن الرجل يتزوج المراة بغير شهود فقال لا باس يتزويج البتة وبين الله [59]

زرارہ بن اعین سے روایت ہے کہ کسی شخص نے حضرت امام جعفر صادق کی خدمت میں کسی ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا جس نے شہود کے بغیر ایک عورت سے شادی کی تھی تو امام نے فرمایا: اس شادی میں کوئی حرج نہیں کیونکہ یہ اس شخص اور خدا کے درمیان معاملہ ہے۔

فقہ امامیہ کے نزدیک نکاح کے وقت گواہوں کی موجوگی لازم نہیں گواہان کے بغیر بھی عقد نکاح قرار پا سکتا ہے لیکن فقہ حنفی، شافعی اور حنبلی کے نزدیک گواہوں کی موجودگی لازمی امر ہے اور گواہوں کے بغیر طے پایا جا نے والا عقد باطل تصور ہو گا، تاہم مالکی فقہ کے مطابق نکاح کے صیغے پڑھتے وقت گواہی ضروری نہیں لیکن رخصتی کے وقت ضروری ہے۔ نکاح سے پہلے خطبہ نکاح پڑھنا اور صیغوں کارات کے وقت جاری کرنا مستحب ہے۔[60]

ایسا خطبہ مکمل تصور کیا جائے گا جس میں اللہ کی حمد و ثناء توحید کی گواہی، اس کے رسولؐ کی رسالت کی گواہی اور ائمہ معصومین کی امامت کی گواہی کے ساتھ ان پر درو ہو، میاں بیوی کے لیے دعا اور تقوی اور پرہیز گاری کی تلقین ہو۔ تاہم صرف اللہ کی حمد و ثناء اور نبی پاک اور ان کی آلِ پاک پر درود بھیجنا کافی ہے۔ بلکہ صرف اللہ کی حمد و ثناء بھی کافی ہے۔[61]

دائمی اور غیر دائمی نکاح:

عقد نکاح کے ذریعہ عورت اور مرد ایک دوسرے پر حلال ہوتے ہیں اہل تشیع میں مکتبہ اثناء عشری کے مطابق نکاح کو دو اقسام میں تقسیم کیا جاتا ہے، اول دائمی اور دوم غیر دائمی یا متعہ۔ دائمی نکاح میں مدت کا تعین نہیں ہوتا جو عقد مدت کا تعین کیے بغیر کیا جائے دائمی عقد کہلاتا ہے۔ جبکہ غیر دائمی عقد یا متعہ سے مراد ایسا عقد ہے جس میں نکاح کی مدت معین کی جاتی ہے، مثلاً ایک گھنٹہ، ایک دن، ایک مہینہ، ایک سال یا زیادہ مدت کے لیے

عقد کریں اسے متعہ یا عقد غیر دائم کہا جاتا ہے۔[62] لہٰذا نکاح کے ذریعے مرد و عورت کے درمیان ایک جائز شرعی تعلق قائم ہوتا ہے اور دونوں ایک دوسرے کے لیے جائز قرار پاتے ہیں۔

نکاح دائمی سے مراد وہ نکاح جس میں ساری زندگی ساتھ گزارنے کا عہد کیا جاتا ہے اور آپس میں نباہ نہ ہونے کے باعث دونوں میں جدائی طلاق کی صورت میں ہوتی ہے۔ لغوی طور پر عقد سے مراد گرہ لگانا، معاہدہ کرنا عہد و پیمان کرنا کے لیے جاتے ہیں۔[63] جبکہ اصطلاحی طور پر اس سے مراد عورت کی طرف سے ایجاب اور مرد کی طرف سے قبول کر لینا عقد کہلاتا ہے۔[64]

اہل تشیع کے نزدیک نکاح کے لیے درج ذیل باتوں کا ہونا لازم ہے:

نکاح کے صیغے فعلِ ماضی میں پڑھے جائیں، صیغے پڑھتے وقت قصد انشاء کا ہونا لازم ہے، نکاح کسی شرط کے بغیر پڑھا جائے بصورت دیگر نکاح باطل متصور ہوگا، ایجاب و قبول میں مطابقت اور موالات ہو، صیغہ عقد بلا جبر و اکراہ اپنی مرضی و اختیار سے جاری کیا جائے، صیغہ عربی زبان میں ادا کیا جائے، عقد پڑھنے والے کے لیے لازم ہے کہ نکاح کا حقیقت میں ارادہ کرے۔[65] گویا عقد دائمی سے مراد وہ عقد ہے جس میں بلا جبر و اکراہ کے مرد و عورت ایک دوسرے کو ساری زندگی کے لیے قبول کریں اور نباہ نہ ہونے پر دونوں میں طلاق کی صورت میں علیحدگی ہو گی۔

غیر دائمی عقد یا نکاح متعہ:

اہل تشیع کے ہاں غیر دائمی عقد یا نکاح متعہ سے مراد وہ نکاح جو کہ معینہ معیاد کے لیے پڑھا جاتا ہے۔ یہ نکاح منقطعہ بھی ہے؛ انقطاع سے مراد کٹ جانا، منقطع ہو جانا اور مدت ختم ہونے کے ہیں اس لیے یہ وہ نکاح ہے جس کا انعقاد معین و مشخص مہر کے ساتھ ہوتا ہے۔[66] انقطاعی عقد میں مدت معین کی جاتی ہے اور اختتامِ مدت پر میاں بیوی بغیر طلاق کے ایک دوسرے سے جدا ہو جاتے ہیں۔ [67] امت مسلمہ کے دونوں طبقات اہل تسنن اور اہل تشیع کے نزدیک یہ شادی ابتدائے اسلام میں جائز تھی مگر بعد از پیغمبرؐ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے دور میں حرام قرار دے دی گئی۔[68]

امام فخر الدین رازی لکھتے ہیں:

اتفقوا علی ، انما کا نت مبا حثه فی ابتد ا ء اسلام ان الا مته مجمعته علی ، ان نکا ح المتعته کا ن جا ئزا فی الا سلام ولا خلاف بین احد من الا مته فیه۔ [69]

یہ امر متفق علیہ ہے کہ متعہ ابتدائے اسلام میں جائز تھا تمام امت کا اجماع ہے کہ نکاح متعہ اسلام میں جائز تھا اور کسی کو امت اسلام میں سے اس میں اختلاف نہیں ہے۔

تاہم شیعہ اثنا عشری کے نزدیک یہ شادی اب بھی جائز ہے[70] دائمی نکاح اور متعہ میں بنیادی فرق مدت کے تعین کا ہے متعہ میں مدت کو بیان کرنا از حد لازم ہے۔[71] نکاح متعہ میں مہر کا ذکر بھی ضروری ہے ورنہ نکاح باطل سمجھا جائے گا۔[72] گویا نکاح متعہ ایک ایسی شادی ہے جس میں میں مرد وعورت صیغہ پڑھ کر معینہ مدت اور معینہ حق مہر کے بدل میں ایک دوسرے کے لیے جائز قرار پاتے ہیں بشرطیکہ دونوں کی شادی میں کوئی شرعی رکاوٹ نہ ہو یعنی نسب، سبب اور رضاعت کے لحاظ سے دونوں میں محرمیت نہ ہو اور نہ یہ کہ عورت کسی دوسرے مرد کے نکاح میں ہو اور نہ ہی طلاق اور وفات کی عدت میں ہو۔[73] محمد بن زیاد نے حسین بن زید سے اور انہوں نے امام جعفر صادق سے روایت کی ہے کہ: عورتوں کی شرمگاہیں تین طرح سے حلال ہوتی ہیں ایک وہ جو نکاح میں آئیگی تو میراث پائے گی (یعنی نکاح دائم) دوسرے وہ جو نکاح میں آئیگی مگر میراث نہیں پائے گی (یعنی نکاح غیر دائم) تیسرے وہ عورت جو ملکیت میں آئیگی۔[74]

نکاح غیر دائم کے لیے بھی لازم ہے کہ جس عورت سے نکاح مطلوب ہو وہ محارم نسبی اور سببی میں سے نہ ہو اور نہ ہی وہ کسی کے نکاح میں ہو اور نہ کسی کی عدت میں ہو۔ نکاح کے لیے دونوں کی رضامندی بلا کسی جبر واکرہ کے، ایجاب وقبول کے ذریعے صریح الفاظ میں ہو۔ صیغہ عقد پڑھتے وقت مدت کا تعین کیا جاتا ہے اس صورت میں علیحدگی کے لیے طلاق کی ضرورت نہیں پڑتی بلکہ مدت ختم ہونے پر دونوں ایک دوسرے کے لیے نامحرم ہو جاتے ہیں۔

یاد رہے کہ شیعہ اثنا عشری نے، نکاح متعہ کے بارے اپنے مؤقف کی بنیاد ذیل کی قرآنی آیت کو بنایا ہے:

وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ كِتَابَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ أَنْ تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُمْ مُحْصِنِينَ غَيْرَ مُسَافِحِينَ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ

مِنْهُنَّ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ فَرِيضَةً وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا تَرَاضَيْتُمْ بِهِ مِنْ بَعْدِ الْفَرِيضَةِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا [75]

تفسیر **الصافی** میں اس آیت کا مفہوم یوں بیان کیا گیا ہے:

اور وہ عورتیں بھی تم پر حرام ہیں جو کسی کے نکاح میں ہوں البتہ ایسی شوہر دار عورتیں اس سے مستثنیٰ ہیں جو کفار سے جہاد میں تمہارے قبضے میں آئیں یہ قانون الہیٰ ہے جس کی پابندی تم پر لازم ہے۔ مذکورہ بالا عورتوں کے سوا اور عورتیں تم پر حلال ہیں بشر طے کہ بدکاری اور زنا تمہارا مقصد نہ ہو بلکہ عفت اور پاکدامنی کے لحاظ سے مہر کے بدلے ان سے نکاح کرو۔ ہاں جن عورتوں سے تم نے متعہ کیا ہو تو مقرر کردہ مہر کی رقم انھیں ادا کرو مہر مقرر ہونے کے بعد اگر مدت کی کمی بیشی پر باہم رضامند ہو جاؤ تو اس میں کوئی گناہ نہیں ہے بے شک اللہ ہر چیز سے آگاہ اور صاحب حکمت ہے۔[76]

نکاح متعہ کے بارے میں اہل تسنن کا مؤقف:(ضروری وضاحت)

مکتب اہل سنت جمہور کے نزدیک مذکورہ بالا آیت (النساء24:4) کو حدیث نبویؐ کے ذریعے سے منسوخ خیال کیا جاتا ہے، جیسا کہ تفسیر الخازن میں ہے:

الا یته منسو خته و اختلفوا فی ناسخها ... [77]

یہ آیت منسوخ ہے لیکن ناسخ میں اختلاف ہوا ہے۔

دیگر کے مطابق اس آیت کی ناسخ آیات سورۃ مومنون کی آیت 5 اور 6 ہیں:

وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ إِلَّا عَلَى أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ [78]

اور وہ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں، مگر اپنی بیویوں یا شرعی باندیوں پر جو ان کے ہاتھ کی ملک ہیں کہ ان پر کوئی ملامت نہیں۔

آیت کے منسوخ ہونے کے حوالے سے ابن حزم نے لکھا ہے کہ:

قوله تعالیٰ: فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ فَرِيضَةً --- فنسخت بقوله صلی الله علیه وآله وسلم: انی كنت احللت هذه المتعته الا وان الله ورسوله قد حرماها، الا فليبلغ الشاهد الغائب ۔[79]

اللہ تعالیٰ کا فرمان: **فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ**--- یہ آیت اس حدیث کے ساتھ منسوخ ہوئی ہے کہ جناب رسول خداؐ نے فرمایا میں نے اس متعہ کو حلال کیا تھا مگر خدا نے ان سے اس کو حرام کر دیا ہے لازم ہے جو لوگ موجود ہیں وہ اس کی تبلیغ کر دیں ان تک جو نہیں موجود نہیں۔

نیز ان کا کہنا یہ ہے کہ امام شافعیؒ کے خیال میں متعہ والی عورت نہ تو بیوی ہے اور نہ ہی لونڈی اس لیے یہ جائز نہیں، امام رازی فرماتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی تقریر میں فرمایا: کہ دو قسم کے متعے عہدِ نبویؐ میں تھے، میں ان سے ممانعت کرتا ہوں اور ان کے اوپر سزا دوں گا۔[80]

جمہور اہل سنت کے نزدیک جنگ خیبر کے موقع پر نبی کریمؐ نے اس سے منع فرمایا تھا اور کچھ کے نزدیک یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ صدیق کے عہدِ خلافت میں جائز تھا مگر بعد میں حضرت عمرؓ فاروق نے مسلمانوں کی اصلاح کے پیشِ نظر اس پر پابند عائد کر دی۔[81]

ضمنی مسائل:

نکاح کی رجسٹریشن کے بارے میں کوئی شرعی حکم قرآن وسنت میں موجود نہیں لہذا اس کے ہونے یا نہ ہونے سے نکاح کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ مگر پاکستان کے موجودہ عائلی قانون 1961ء کی شق نمبر 8 کے تحت رجسٹریشن کروانا ضروری قرار دیا گیا ہے۔[82]

صیغہ نکاح پڑھنا ضروری ہے عورت اور مرد کی محض رضامندی ناکافی ہے اور اسی طرح نکاح نامہ لکھ دینا کافی نہیں بلکہ نکاح کا صیغہ یا تو مرد وعورت خود پڑھیں یا پھر ان کی طرف سے کوئی وکیل مقرر ہو جو ان کی طرف سے صیغہ عقد پڑھے۔[83] وکیل کا مرد ہونا ضروری نہیں بلکہ عورت بھی نکاح کا صیغہ پڑھنے کے لیے کسی دوسری طرف سے وکالت کر سکتی ہے۔ اگر عورت اس چیز پر قدرت رکھتی ہے کہ کلمات کو صحیح عربی میں ادا کر سکے تو کوئی حرج نہیں۔ عورت اور مرد اس وقت تک ایک دوسرے پر محرمانہ نگاہ نہ ڈالیں جب تک ان دونوں میں سے ہر ایک کو

اس بات کا یقین نہ ہو جائے کہ ان کے وکیل نے صیغہ عقد پڑھ دیا ہے۔ اگر وکیل یہ کہے کہ اس نے صیغہ پڑھ دیا مگر باوجود اس کے مرد و عورت کو اس بات پر یقین نہ ہو تو احتیاط واجب کی بناء پر وہ آپس میں رشتہ ازدواج قائم نہ کریں۔[84]

دوسرے الفاظ میں عورت اور مرد جو ایک دوسرے کے ساتھ رشتہ نکاح میں منسلک ہوں جب تک وہ اس با ت کی تسلی نہ کرلیں کہ کہ ان کی طرف سے طے شدہ شخص نے عقد کے کلمات جاری کر دیئے ہیں اس وقت تک دو نوں میاں بیوی والا رشتہ قائم نہ کریں اور اگر وکیل کہہ بھی دے مگر پھر بھی تصدیق کرنا دونوں پر واجب ہے۔ کوئی خاتون کسی شخص کو اپنی طرف سے اس بات پر مقرر کرے کہ کہ تم میرا عقد اس معین کردہ شخص سے صرف دس روز کے لیے پڑھ دو تو وکیل اپنی مرضی کے کوئی سے ایام مقرر کرنے کا اہل ہے اور اگر خاتون ایام یا وقت کو مقرر کر دے تو وکیل اس کی بات پر عمل کرنے کا پابند ہو گا وہ اپنی مرضی سے وقت اور دن آگے پیچھے نہیں کر سکتا بلکہ انہی ایام یا اسی وقت میں پڑھنے کا پابند ہو گا۔

تلخیص:

عقد نکاح کے ذریعے مرد و عورت کے درمیان ایک مقدس رشتہ وجود میں آتا ہے جس کے نتیجے میں خاندا ن تشکیل پاتا ہے، خاندان معاشرے کی بنیادی اکائی ہے، جس سے معاشرہ پروان چڑھتا ہے۔ خاندان اگر مضبوط اور مستحکم ہو تو معاشرہ بھی صحیح وسالم اور مستحکم ہو گا۔ خاندان کو پروان چڑھانے والے ستون عورت اور مرد ہیں، یہ دونوں ایک دوسرے کی ذات کی تکمیل کرتے ہیں صرف جسمانی ملاپ انہیں مکمل نہیں کرتا وہ بلکہ ایک دوسرے کی روحانی واخلاقی ضرورتوں کو پورا کرتے ہیں۔

زوجین کے درمیان نباہ کے امکان کم ہو جائیں تو طلاق کو ناگزیر حالات میں مشروع کیا گیا ہے۔ اس طریقے کا بے جا استعمال غضبِ الٰہی کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ اگر شریعت میں طلاق کو سرے سے ممنوع قرار د ے دیا جاتا تو دین اپنے پیروکاروں کے لیے عظیم مشکلات کھڑی کرتا اور یقیناً معاشرے میں قانون شکنی رواج پاتی ۔لہذا اس بات کو مد نظر رکھتے ہوئے کہ بعض اوقات زوجین کے لیے اکٹھے زندگی گزارنا ناممکن ہو جاتا ہے، اسلام

نے طلاق و فراق کا راستہ کھلا رکھا ہے۔ البتہ یہ حکم کی علت نہیں بلکہ حکمت ہے اس لیے کہ علت ہوتی تو دوسرے مقامات پر طلاق ناجائز ہو جاتی لیکن چونکہ یہ حکمت ہے اس لیے ہر جگہ جائز اور حلال ہے۔

حواشی وحوالہ جات

[1] الجزیری، عبد الرحمٰن۔ کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ۔ بیروت لبنان: دار الثقلین، ج:4، ص:1،

العسقلانی، شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر۔ فتح الباری۔ بیروت لبنان: دار المعرفۃ، ج:9، ص:103

[2] الفیروز آبادی، محمد بن یعقوب۔ القاموس المحیط۔ قاہرہ: دار الحدیث 2008، ص:223۔224

[3] ابن منظور، محمد بن مکرم۔ لسان العرب۔ بیروت لبنان: دار الفکر، 1993ء، ج:2، ص:625

[4] تنزیل الرحمٰن ڈاکٹر۔ مجموعہ قوانین اسلام۔ اسلام آباد: ادارہ تحقیقات اسلامی الجامعۃ الاسلامیہ العالمیہ 2007، ج:1، ص:49

[5] الروم 30:21

[6] شیرازی، آیت اللہ ناصر مکارم۔ الامثل فی تفسیر کتاب اللہ۔ بیروت: مؤسسہ الاعلمی للمطبوعات، ج:19، ص:119۔124

[7] النور 24:32

[8] شیخ الحر العاملی، وسائل الشیعہ، کتاب النکاح، ابواب مقدماتہ و آدابہ، باب:1، حدیث:24903

[9] البقرۃ 2:187

[10] شیرازی، الامثل فی تفسیر، ج:2، ص:364۔365

[11] سید محمد حسینی، ڈاکٹر۔ فرہنگ لغات واصطلاحات فقہی۔ تہران: انتشارات سروش، 1969ء ص:77

[12] مغنیہ، محمد جواد۔ الاحوال الشخصیہ علی المذاہب الخمسہ۔ بیروت: دار العلم للملایین، 1964ء، ص:14

[13] ایضاً۔ فقہ الامام جعفر صادق۔ بیروت: دار العلم للملایین، 1966ء، ج:1، ص:179

[14] اصفہانی، ابو القاسم حسین بن محمد راغب۔ المفردات فی غریب القرآن۔ قم: دفتر نشر الکتاب، 1983ء مادہ ب ل غ، ص:60

[15] النجفی، محمد حسن۔ جواہر الکلام فی شرح شرائع الاسلام۔ بیروت: دار احیاء التراث العربی، 1981ء، ج:26، ص:4-6

[16] الحلی، نجم الدین جعفر بن الحسن۔ المختصر النافع فی فقہ الامامیہ۔ تہران: مؤسسہ البعثۃ، 1981ء، ص:140، کتاب الحجر

[17] الزبیدی، سید محمد مرتضیٰ حسینی۔ تاج العروس۔ بیروت: دار الفکر، 1993ء، ج:15، ص:504

[18] محمد حسینی، فرہنگ لغات واصطلاحات فقہی، ص:169-344

[19] انصاری، مرتضیٰ بن محمد امین۔ کتاب المکاسب۔ قم: مؤسسہ مطبوعاتی دار الکتاب 1989ء، ج:8، ص:120

[20] الکلینی، الکافی، ج:2، ص:462، باب ارفع عن الامۃ، حدیث:1

[21] طوسی، ابو جعفر محمد بن الحسن۔ الخلاف۔ قم: مؤسسہ النشر الاسلامی، 1990ء، ج:2، ص:219

[22] الترمذی، محمد بن عیسیٰ۔ السنن۔ بیروت: دار الفکر 2008ء، ج:4، ص:32، حدیث:1423

[23] علی ہدایتی۔ کفویت دراز دواج۔ قم ایران: موسسہ بوستان کتاب، 1389ء، ص:23

[24] الجزیری، المذاہب الاربعہ، ج:4، ص:54

[25] مغنیہ، محمد جواد۔ الاحوال الشخصیہ علی المذاہب الخمسہ۔ بیروت لبنان: دار العلم للملایین، 1964ء، ص:42

[26] نجفی، محمد حسن۔ جواہر الکلام فی شرح شرائع الاسلام۔ بیروت لبنان: دار احیاء التراث العربی، 1983ء، ج:30، ص:92

[27] عاملی، وسائل الشیعہ، کتاب النکاح، باب 13، ج:20، ص:48

[28] حلی، شرائع الاسلام، ج:2، ص:234

[29] جعفر سبحانی، آیت اللہ۔ فروغ ابدیت۔ قم: بوستان کتاب تبلیغات اسلامی، 1064ء ص:192

[30] تنزیل الرحمنٰ، مجموعہ قوانین اسلام، ج:1، ص:33

[31] الخمینی، تحریر الوسیلہ، ج:2، ص:256، فصل فی اولیاء العقد، مسئلہ:12

[32] الحلی، شرائع الاسلام، ج:2، ص:526

[33] البقرۃ 2:228

[34] ابن ابی الجمہور، محمد بن علی بن ابراہیم، عوالی اللئالی العزیزیہ فی الاحادیث الدینیہ، قم: دار سید الشہداء للنشر، ج:2، ص:274

[35] ایران کے شیعہ عالم دین، اہم تصانیف: تہذیب الاحکام، الاستبصار، التبیان فی تفسیر القرآن، المبسوط۔

[36] طوسی، ابو جعفر محمد بن الحسن۔ المبسوط فی فقہ الامامیہ۔ تہران: مکتبۃ مرتضویہ، 1968ء ج:4، ص:219

[37] عاملی، وسائل الشیعہ، ج:20، ص:88، باب:36، حدیث:25101

[38] رضی جعفر، نہج البلاغہ، کلمات قصار:503

[39] محمودی، مسائل جدید، ج:2، ص:51،52

[40] الزبیدی، تاج العروس، ج:20، ص:310

[41] مغنیہ، الاحوال الشخصیہ علی المذاہب الخمسہ۔ ص:14

[42] خمینی، تحریر الوسیلہ، ج:2، ص:255، مسئلہ:77

[43] ایضاً، ص:256، تنزیل الرحمنٰ، مجموعہ قوانین اسلام، ج:1، ص:219

[44]خمینی، تحریر الوسیلہ ،ج:2، ص:40

[45] انصاری، کتاب النکاح، ص:88، شیخ النجفی، جواہر الکلام فی شرح شرائع اسلام، ج:27، ص:393

[46]خمینی، تحریر الوسیلہ ،ج:2، کتاب الوکالت ،ص:251

[47] شیخ نجفی، جواہر الکلام۔ ج:29، ص:195

[48]لنکرانی، محمد فاضل، آیت اللہ۔ الاحکام الواضحۃ۔ قم: مرکز فقہ الائمہ الاطہار، 2003ء، ص:349

[49] محمد حسینی، فرہنگ للغات واصطلاحات فقہی، ص:343

[50]خمینی، تحریر الوسیلہ ،ج:2، ص:254

[51]انصاری۔ کتاب نکاح۔ قم: المؤتمر العالمی بمناسبۃ الذکری المسویہ الثانیہ لمیلاد شیخ انصاری، 1994ء، ص:77

[52] خمینی، تحریر الوسیلہ ،ج2، ص:246

[53]کاشف الغطاء، تحریر المجلہ ،ج:5، فصل:1، ص:20

[54] ایضاً، ج:5، ص:21-20

[55] الاحزاب 33:50

[56]الطوسی۔ تہذیب الاحکام فی شرح المقنعۃ للشیخ المفید۔ تہران: دار الکتب الاسلامیہ، 1945ء، ج:7، ص:365

[57] خمینی، تحریر الوسیلہ ،ج:2، ص:247-246، مسئلہ: 1-2

[58] نیری، غلام حسین۔ منہاج النکاح والطلاق۔ قم: مرکز پخش انتشارات نشر روح 1955ء، ص:43

[59]عاملی، وسائل الشیعہ ،ج:20، ص:98، باب:43، حدیث:3

[60]الحلی، المختصر النافع فی الفقہ الامامیہ، کتاب نکاح وآداب العقدم، ص:171

[61] خمینی، تحریر الوسیلہ ،ج:2، ص:238، کتاب النکاح، مسئلہ:5

[62] سید محمد شیرازی، رسالہ توضیح المسائل، ص:434

[63] حسینی، سید محمد، ڈاکٹر۔ فرہنگ لغات واصطلاحات فقہی، ص:343

[64] کاشف الغطاء، تحریر المجلہ ،ج:5، ص:20، فصل:1

[65]مغنیہ، الفقہ علی المذاہب الخمسہ، ص:10، کاشف الخطاء۔ تحریر المجلہ ،ج:5، ص:20، فصل:1، خمینی، تحریر الوسیلہ ،ج:2، ص:246، سیستانی، منہاج الصالحین، ج:3، ص:19، مسئلہ:40

[66]شیخ طوسی۔ النہایہ فی مجرد والفقہ والفتاویٰ۔ قم: انتشارات قدس محمدی، 1089ء ص:450

[67] ہاشمی شاہرودی، سید محمود۔ فرہنگ فقہ مطابق باذہب اہل بیت۔ قم:مؤسسہ دائرہ المعارف،1972ء،ج:1،ص:390

[68] سبحانی، آیت اللہ جعفر۔ازدواج موقت در کتاب وسنت۔ قم:فقہ اہل بیت،1965ء،ص:125،126

[69]الرازی، محمد بن عمر بن حسین فخر الدین۔مفاتیح الغیب۔بیروت:ناشر دارالفکر،1980ء،ج:3،ص:39۔55

[70] ایضاً،ص:63

[71]حسینی،سید مجتبیٰ۔احکام ازدواج،مطابق با نظر دہ تن از مراجع عظام۔ قم:دفتر نشر معارف،1969ء،ص:121

[72]ایضاً،ص:121،120

[73]عسکری،مرتضیٰ۔ازدواج موقت دراسلام۔ قم:مجمع عالم اسلامی،1957ء،ص:13،14

[74] شیخ صدوق، من لایحضرہ الفقیہ،ج:3،ص:234

[75] النساء4:24

[76] کاشانی،ملا محسن فیض علی۔ تفسیر الصافی۔ قم:مؤسسہ الہادی1995ء،ج:2،ص:262

[77]الخازن بغدادی، علی بن محمد بن ابراہیم۔ تفسیر لباب التاویل فی معانی بیروت:دارالکتب العلمیہ،2014ءج:1،ص:423

[78] المؤمنون23:5،6

[79] ابن حزم،ابوعبداللہ محمد۔معرفۃ الناسخ والمنسوخ۔برحاشیہ تنویر المقیاس۔بیروت:دار الکتب العلمیہ،ص:331

[80]ایضاً،ج:3،ص:195

[81] قرطبی، محمد بن احمد بن ابو بکر بن فرح انصاری۔الجامع لاحکام القرآن۔الریاض:الناشر دار عالم الکتب،2002ء،ج:5،ص:120

[82] تنزیل الرحمن، مجموعہ قوانین اسلام،ج:1،ص:132

[83]سیستانی،توضیح المسائل،احکام عقد،ص:358،مسئلہ:،2328

[84]سیستانی،توضیح المسائل،احکام عقد،ص:358،مسئلہ:2330